غزوۂ بنی نضیر

سبب اور زمانے کی تعیین

(۳)

از مولانا ڈاکٹر ظفر احمد صاحب صدیقی

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ سلسلۂ زیر بحث میں ابن اسحاق وغیرہ اہل مغازی کی اول الذکر روایت اور عبد الرزاق کی ثانی الذکر روایت کے درمیان جمع و تطبیق کی کیا شکل اپنائی جائے ؟ کیونکہ دونوں روایتوں کا تفصیلی سیاق کچھ اس قسم کا ہے، جس سے بظاہر دونوں کے درمیان تعارض کا احساس ہوتا ہے۔ اس کی وضاحت یوں کی جا سکتی ہے کہ دونوں روایتوں میں بنو نضیر کی جانب سے آنحضرت اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کی سازش اور پھر اُن کی جلا وطنی کا ذکر موجود ہے، جس سے لازمی طور پر یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ انھوں نے دوبار سازش کی اور دوبارہ جلا وطن کیے گئے۔ جہاں تک دو مرتبہ سازش کا تعلق ہے تو اس میں تو کوئی مضائقہ نہیں، لیکن ان کا دو بار جلا وطن کیا جانا نہ قرین قیاس ہے اور نہ امر معقول۔

اس اشکال کے دفعیہ کے لئے عبد الرزاق کی روایت کی اگر یہ توجیہہ کی جائے کہ اس میں بنو نضیر کی جس سازش کا ذکر کیا گیا ہے، وہ خود راوی کی تصریح کے مطابق، غزوۂ بدر

کے چھ ماہ بعد کا واقعہ ہے اور اگرچہ اس موقع پر بھی بنو نضیر کا محاصرہ کیا گیا، لیکن غالباً سر ِدست یہ لوگ جلا وطن نہیں کیے گئے۔ البتہ واقعۂ بئر معونہ کے بعد جب ان لوگوں نے دوبارہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کا منصوبہ بنایا تو اس مرتبہ محاصرے کے بعد انھیں جلا وطن بھی کر دیا گیا تو دونوں روایتوں کا تعارض دور ہو سکتا ہے۔

جمع وتطبیق کی یہ شکل اگرچہ علمائے متقدمین میں کسی کے یہاں منقول نہیں، لیکن ہندوستانی علماء میں علامہ شبلی نعمانی (ف ۱۹۱۴ء) نے "سیرۃ النبی" جلد اوّل[۱] میں متذکرہ بالا دونوں روایات کو اس انداز میں نقل کیا ہے جس سے یہی مستفاد ہوتا ہے کہ وہ سازش کے دونوں واقعات صحیح تسلیم کرتے ہیں۔ اسی طرح مولانا سید محمد میاں دیوبندیؒ نے بھی اپنی تصنیف "عہد زریں"[۲] میں اور مولانا محمد ادریس کاندھلوی (ف ۱۳۹۴ھ/۱۹۷۴ء) نے "سیرۃ المصطفٰی"[۳] میں غزوۂ بنی نضیر کے ذیل میں سازش کے ان دونوں واقعات کو نقل کیا ہے۔ محدث جلیل حضرت مولانا حبیب الرحمن الاعظمی مدظلہٗ نے بھی راقم الحروف سے ایک زبانی گفتگو میں جمع وتطبیق کی یہی شکل بیان فرمائی ہے۔

اس توجیہہ پر زیادہ سے زیادہ ..... یہ اشکال کیا جا سکتا ہے کہ عبد الرزاق کی روایت میں "وغدا إلی بنی النضیر بالکتائب، فقاتلهم حتی نزلوا علی الجلاء، فجلت بنو النضیر" کے الفاظ بھی موجود ہیں، جس سے صراحتاً معلوم ہوتا ہے کہ اس محاصرے کے بعد وہ جلا وطن بھی کر دیئے گئے۔

اس اشکال کا دفعیہ اس طور پر کیا جا سکتا ہے کہ کسی واقعے کی جزئیات کے نقل میں

---

۱ علامہ شبلی نعمانی، سیرۃ النبی، مطبع معارف، اعظم گڑھ، طبع دہم، ۱۹۷۵ء، ۱/۴۱۰-۴۰۹۔

۲ مولانا سید محمد میاں دہلوی، عہد زریں، کتابستان، دہلی، طبع اول، ۱۹۶۹ء، ۱/۱۲۹-۱۲۸

۳ مولانا محمد ادریس کاندھلوی، سیرۃ المصطفٰی، ربانی بک ڈپو، دہلی، ۱/۱۴۳-۱۴۲

روایت نقل کرنے والے مختلف طریقے اختیار کرتے ہیں۔ چنانچہ یہ عام روش ہے کہ ایک راوی کسی واقعہ کے ایک جزو کو تفصیل کے ساتھ بیان کرتا ہے تو دوسرا اس کے بیان میں اختصار سے کام لیتا ہے۔ اسی طرح ایک راوی بعض جزئیات کے ذکر کو ضروری سمجھتا ہے تو دوسرا ان کو حذف کر دیتا ہے۔ مثال کے طور پر حضرت ماعز الاسلمی اور غامدیہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کے رجم سے متعلق تمام روایات کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوجاتا ہے کہ واقعہ کی تمام جزئیات کسی ایک روایت میں مذکور نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ محدثین و ارباب سیر بسا اوقات کسی واقعے سے متعلق تمام روایات کو جمع کرکے ایک مکمل روایت کی شکل دے دیتے ہیں۔ چنانچہ امام زہری (ف ۱۲۴ ھ) نے واقعۂ ہجرت کے بیان میں یہی طریق کار اختیار فرمایا ہے اور امام بخاری نے ان کی اس روایت کو "الجامع الصحیح" میں داخل بھی کیا ہے۔

اس اصول کے پیش نظر کہا جاسکتا ہے کہ عبدالرزاق کی زیر بحث روایت میں بھی راوی نے اخیر کے واقعات کے بیان میں اختصار سے کام لیا ہے۔ اسی لئے بنی نضیر کے آخری محاصرے اور جلاوطنی کے زمانے کی تصریح نہیں کی ہے، بلکہ اجمالاً یہ بتادیا ہے کہ بنی نضیر کا انجام یہ ہوا کہ وہ بالآخر جلاوطن کر دیے گئے۔

اب اگر اس موقع پر یہ کہا جائے کہ عبدالرزاق کی روایت "مسند" ہے یعنی اس کی سند صحابی تک جا پہنچتی ہے، اس کے برخلاف ابن اسحاق وغیرہ کی روایت "مرسل" ہے یعنی اس کی سند تابعی ہی پر ختم ہوجاتی ہے۔ لہٰذا جمع و تطبیق کے بجائے کیوں نہ ترجیح کے اصول پر عمل کرتے ہوئے ابن اسحاق وغیرہ کی روایت کے مقابلے میں عبدالرزاق کی روایت کو راجح قرار دیا جائے، جیسا کہ علامہ سمہودی (ف ۹۱۱ ھ) نے "وفاء الوفاء" میں یہی صورت اختیار کی ہے۔ لکھتے ہیں:

ثم کانت غزوۃ بنی النضیر۔ قلت۔۔۔ پھر غزوۂ بنی نضیر پیش آیا۔ میں کہتا ہوں۔۔۔

ذکرها ابن اسحاق فی الوقائع بعد بئر معونة، وأن سببها أن النبی صلی الله علیه وسلم جاءهم یستعینهم فی دیة، وجلس إلی جنب جدار لهم، فخلا بعضهم إلی بعض... الخ ووافق ابن اسحاق علی ذلک جل أهل المغازی۔ واصح منه مارواه ابن مردویه، أنهم أجمعوا علی الغدر، فبعثوا الی النبی صلی الله علیه وسلم: اخرج إلینا فی ثلاثة من اصحابک، ویلقاک ثلاثة من علمائنا... الخ [1]

ابن اسحاق نے اسے غزوۂ بئر معونہ کے بعد کے واقعات میں درج کیا ہے اور یہ کہ اس کا سبب یہ تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک دیت کے سلسلے میں مدد لینے کے لیے ان کے پاس تشریف لے گئے اور ان کی ایک دیوار کے سائے میں بیٹھ گئے۔ پھر بنو نضیر تنہائی میں پہنچے... الخ تمام اہل مغازی نے واقعے کے اس سیاق کے سلسلے میں ابن اسحاق کی موافقت کی ہے اور اس سے زیادہ صحیح ابن مردویہ کی روایت ہے کہ بنو نضیر نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بدعہدی کے بارے میں اتفاق رائے کیا، چنانچہ آپؐ کے پاس کہلا بھیجا کہ آپؐ اپنے تین صحابہ کو ساتھ لے کر ہمارے یہاں آئیں۔ ہمارے تین علماء آپؐ سے ملاقات کریں گے... الخ

تو ہم جواب میں عرض کریں گے کہ بلاشبہ عبدالرزاق ابن مردویہ کی روایت سند کے لحاظ سے 'اقوی' بھی ہے اور 'اصح' بھی، لیکن مشکل یہ ہے کہ ابن اسحاق کی 'روایت' مرسل ہونے کے باوجود متعدد طرق "(سندوں)" سے ثابت ہے۔ اس کے برخلاف عبدالرزاق

---

[1] علی بن عبداللہ السمہودی، وفاء الوفاء باخبار دار المصطفیٰ، تحقیق محمد محی الدین عبدالحمید، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱/۲۹۸-۲۹۷۔

کی روایت مسند ہوتے ہوئے بھی محض ایک ہی طریق (سند) سے ثابت ہے۔ دوسرے ابن اسحاق کی روایت کو محدثین، مورخین اور ارباب سیر نے عام طور پر قبول بھی کر لیا ہے اور خود محدثین کا اصول ہے کہ جو "مرسل" روایت متعدد طرق (سندوں) سے ثابت ہو اور عام طور پر اس پر اعتماد کیا گیا ہو تو وہ محض ارسال کی بنا پر نا قابلِ اعتنا قرار نہیں پائے گی، بلکہ بعض صورتوں میں اسے "مسند" روایت پر بھی ترجیح حاصل ہو گی۔ اس کی تصریحات ذیل میں ملاحظہ ہوں:

حافظ ابن رجب الحنبلی (ف ۷۹۵ھ) لکھتے ہیں:

واحتج بالمرسل أبوحنیفة واصحابہ ومالك وأصحابہ، وکذا الشافعی وأحمد وأصحابہما، إذا اعتضد بمسند آخر، أو مرسل آخر معناه عن آخر، فیدل علی تعدد المخرج، أو وافقہ قول بعض الصحابة، أو إذا قال بہ أکثر اھل العلم، فاذا وجد أحد ھذه الأربعة دل علی صحة مخرج المرسل[۵]

امام ابوحنیفہؒ اور ان کے اصحاب اور امام مالکؒ اور اُن کے اصحاب "مرسل" کو قابل حجت سمجھتے ہیں۔ اسی طرح امام شافعیؒ اور امام احمدؒ اور ان دونوں کے اصحاب بھی "مرسل" سے استدلال کرتے ہیں جب کہ کوئی دوسری مسند روایت اس کی مؤید ہو، یا اُس کی ہم معنی کسی دوسری مرسل روایت سے اس کی تائید ہوتی ہو کیونکہ اس سے ماخذ کے تعدد کا پتہ چلتا ہے، یا بعض صحابہ کے اقوال سے اس کی تائید ہو، یا اکثر اہل علم اس کے قائل ہوں۔ ان چار امور میں سے کسی ایک کی موجودگی "مرسل" کی صحت کی حجیت کی دلیل ہو گی۔

---

۵ ابوبکر الحازمی، شروط الائمة الخمسة، تصحیح و تعلیق شیخ محمد زاہد الکوثری، مطبعة الترقی، ۱۳۴۶ھ (حاشیہ) ص ۴۴-۴۵۔

علامہ ابن تیمیہؒ (ف ۷۲۸ھ) "منہاج السنۃ النبویۃ" میں رقم طراز ہیں:

وإذا جاء المرسل من وجهين، وكل من الراويين أخذ العلم عن غير شيوخ الآخر، فهذا يدل على صدقه، فإن مثل ذلك لا يتصور في العادة تماثل الخطاء فيه وتعمد الكذب، فإن هذا مما يعلم أنه صدق، فإن المخبر إنما يؤتى من جهة تعمد الكذب، ومن جهة الخطاء، فإذا كانت القصة مما يعلم أنه لم يتواطأ فيه المخبران، فالعادة تمنع تماثلهما في الكذب عمداً وخطاءً، ومثل أن تكون قصة طويلة فيها أقوال كثيرة، رواها هذا مثل ما رواها هذا، فهذا يعلم أنه صدق [1]

اگر مُرسل روایت دو الگ الگ طریق سے ہم تک پہنچی ہو اور دونوں راویوں میں سے ہر ایک نے دوسرے کے شیوخ کے علاوہ سے علم حاصل کیا ہو، تو یہ اس مُرسل کی صداقت کی علامت ہے۔ اس لئے کہ ایسی صورت میں ایک جیسی غلطی کا ارتکاب اور یکساں طور پر کذب بیانی کا ارادہ عادتاً متصور نہیں ہے بلکہ یہ روایت کے مطابق واقع ہونے کی علامت ہے۔ اس لئے کہ مُخبر پر دانستہ کذب بیانی یا نادانستہ غلط بیانی، دو ہی طرح الزامات عائد کیے جاتے ہیں، لہذا جب کسی واقعے کے بارے میں یہ معلوم ہو جائے کہ اس کے بیان میں دو مُخبر متفق ہیں تو عادتاً یہ بات ممتنع ہے کہ دونوں نے دانستہ یا نادانستہ خلاف واقعہ بیان پر اتفاق کر لیا ہو۔ اسی طرح اگر کوئی ایسا طویل قصہ ہو جس میں بہت سارے اقوال ہوں اور دو الگ الگ راوی اسے ایک ہی طرح نقل کر رہے ہوں تو یہ بھی اس کی صداقت کی علامت ہے۔

---

[1] علامہ ابن تیمیہ، منہاج السنۃ النبویۃ، مطبعۃ بولاق، ۱۳۲۱ھ، ۴/۱۱۷

علامہ جلال الدین السیوطی (ف ۹۱۱ھ) "تدریب الراوی" میں لکھتے ہیں:

نعم إن صح مخرج المرسل بمجيئه من وجه آخر مسنداً أو مرسلاً، أرسله من أخذ من غير رجال المرسل الأول كان صحيحاً۔ ويتبين بذلك صحة المرسل وما عضده وصحيحان، لو عارضهما صحيح من طريق واحد رجحناهما عليه بتعدد الطرق، إذا تعذر الجمع بينهما[1]

اگر مرسل روایت مسنداً یا مرسلاً کسی دوسرے طریق سے بھی ثابت ہو اور دوسری مرسل روایت کے رجال پہلی مرسل کے رجال سے مختلف ہوں، تو وہ مرسل "صحیح" کہلائے گی اور یہ ثابت ہو جائے گا کہ دونوں روایتیں یعنی مرسل اور اس کی تائید کرنے والی، صحیح ہیں۔ اب اگر یہ دونوں مرسل روایتیں، کسی ایسی صحیح روایت سے ٹکرا رہی ہوں، جس کا طریق ایک ہو، تو ہم ان دو مرسل روایتوں کو "طرق" کے تعدد کی وجہ سے ایک 'طریق' والی صحیح روایت پر ترجیح دیں گے جب کہ جمع وتطبیق کی کوئی شکل باقی نہ رہے۔

علامہ بدر الدین عینی (ف ۸۵۵ھ) "عمدۃ القاری" میں تحریر فرماتے ہیں:

ان مرسلين صحيحين إذا عارضا حديثاً صحيحاً مسنداً كان العمل بالمرسلين أولى[2]

جب دو مرسل روایتیں کسی ایک صحیح مسند حدیث سے متعارض ہو رہی ہوں تو دونوں مرسل روایتوں پر عمل کرنا بہتر ہوگا۔

---

[1] جلال السیوطی، تدریب الراوی، تحقیق عبدالوہاب عبداللطیف، دار الفکر، سنہ ندارد، ۱/ ۱۹۹ - ۱۹۸۔

[2] علامہ محمود بن احمد العینی، عمدۃ القاری، احیاء التراث العربی، سنہ نداد، ۳/ ۱۲۶ (باب ترک النبی صلی اللہ علیہ وسلم والناس الأعرابی حتی فرغ من بولہ)

مولانا ظفر احمد عثمانی "قواعد فی علوم الحدیث" میں لکھتے ہیں:

فاذا تعارض المسند والمرسل يقدم المسند، الا اذا اعتضد المرسل باحد الوجوه الخمسة التي ذكرها الشافعي رحمه الله تعالى[1]

جب مسند اور مرسل روایتوں میں تعارض واقع ہو تو مسند کو ترجیح حاصل ہوگی، لیکن جب مُرسل کی تائید ان پانچ امور میں سے کسی ایک میں ہو رہی ہو، جن کا ذکر امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے تو مرسل ہی کو ترجیح ہوگی۔

اب ابن اسحاق وغیرہ کی زیر بحث مُرسل روایت کو لیجئے، جیسا کہ اوپر گذر چکا، یہ متعدد طُرق سے ثابت ہے۔ خود ابن اسحاق کو دو ذریعوں سے پہنچی ہے۔ ایک یزید بن رومان سے، دوسرے حضرت یامین بن عمیر رضؓ کے خاندان کے کسی فرد سے۔ (وحدثني بعض آل يامين ۱۹۲/۲) حضرت یامین بن عمیر رضؓ قبیلۂ بنی نضیر ہی کے ایک فرد تھے اور بنو نضیر کی جلا وطنی کے وقت مسلمان ہوگئے تھے، لہذا ان کے خاندان کے کسی فرد کی روایت اس باب میں خاص طور سے معتبر اور قابل قبول ہونی چاہیئے۔ ابو نعیم کی روایت ایک الگ سند سے ثابت ہے، جس کا سلسلہ حضرت عروہ بن زبیر تک پہنچتا ہے۔ ابن جریر طبری اور ابن المنذر نے یہی مضمون عاصم بن عمر بن قتادہ اور عبداللہ بن ابی بکر بن عمرو بن حزم سے نقل کیا ہے۔ واقدی نے اس مضمون کی روایت چھ شیوخ سے کی ہے، جن میں محمد بن عبداللہ، عبداللہ بن جعفر، محمد بن صالح اور معمر بن راشد جیسے ثقہ اور معتبر رُواۃ کے نام بھی شامل ہیں۔

دوسری طرف ابن سعد، طبری، امام بخاری، ابن کثیر، ابن القیم، ابن سید الناس اور حافظ مغلطائی جیسے اکابر مورخین و محدثین نے اس پر اعتماد بھی کیا ہے۔ لہذا ان روایات کو

---

[1] مولانا ظفر احمد عثمانی تھانوی، قواعد فی علوم الحدیث، تحقیق عبد الفتاح ابوغدۃ، المطبوعات الاسلامیۃ، حلب، ۱۹۷۲ء، ص ۱۴۷۔

عبدالرزاق کی مسند روایت کے مقابلے میں مُرسل کہہ کر نظر انداز نہیں کیا جا سکتا، بلکہ حتی الامکان دونوں میں جمع وتطبیق ہی کی کوشش کی جائے گی۔ ورنہ متذکرہ بالا وجوہ کی بنا پر ابن اسحاق وغیرہ کی روایت راجح قرار پائے گی۔

اب تک یہ گفتگو بنی نضیر کی جلاوطنی کے اسباب ودواعی سے متعلق تھی، جس کا ماحصل یہ ہے کہ ان لوگوں نے غزوۂ بدر کے بعد کفار قریش کے ورغلانے میں آکر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کی سازش کی۔ اس کے علاوہ غزوۂ احد کے موقع پر قریش سے خفیہ ساز باز کی اور انھیں مسلمانوں کے جنگی راز بتائے۔ پھر غزوۂ بئر معونہ کے بعد دوبارہ سازشِ قتل میں ملوث پائے گئے۔ ان پے در پے اور سنگین جرائم کے نتیجے میں انھیں جلاوطن کر دیا گیا۔

اب جلاوطنی کے زمانے کے بارے میں بھی چند امور قابل توجہ ہیں:

امام زہری کی روایت ہے کہ غزوۂ بنی نضیر ۳ھ میں غزوۂ بدر کے چھ ماہ بعد پیش آیا۔ محدثین میں امام بخاری (ف ۲۵۶ھ) اور بیہقی (ف ۴۵۸ھ) کی بھی یہی رائے ہے۔ امام بخاری صحیح بخاری میں "باب حدیث بنی النضیر" کے ذیل میں تعلیقاً لکھتے ہیں:

قال الزهري عن عروة بن الزبير كانت على ستة أشهر من وقعة بدر قبل أحد[1]	امام زہری نے حضرت عروہ بن الزبیر کے حوالے سے کہا ہے کہ غزوۂ بنی نضیر، غزوۂ بدر کے چھ ماہ بعد غزوۂ احد سے پہلے پیش آیا۔

حافظ ابن حجر (۸۵۲ھ) نے "فتح الباری" میں تحریر فرمایا ہے کہ بخاری کی یہ تعلیق عبدالرزاق کی "المصنف" میں موصولاً مذکور ہے۔ لکھتے ہیں:

وصله عبد الرزاق في مصنفه عن معمر عن الزهري أتم	عبدالرزاق نے "المصنف" میں اس روایت کو "عن معمر عن الزہری" کی سند سے بہ مقابلہ

---

[1] محمد اسماعیل البخاری، الجامع الصحیح (باب حدیث بنی النضیر) ۲۲/۵

من هذا[1] | اس تعلیق کے، زیادہ مکمل شکل میں موصولاً نقل کیا ہے۔

حافظ ابن حجر (ف ۸۵۲ھ) نے جس روایت کا حوالہ دیا ہے وہ 'مصنف عبدالرزاق' میں وقعۃ بنی النضیر" کے ذیل میں اس طور پر منقول ہے:

عبدالرزاق عن معمر عن الزهری قال حدیث عن عروۃ ثم کانت غزوۃ بنی النضیر، وھم طائفۃ من الیھود، علی راس ستۃ أشھر من وقعۃ بدر ... الخ[2]	عبدالرزاق، معمر سے اور وہ زہری سے اور وہ عروہ کے حوالے سے اپنی روایت میں نقل کرتے ہیں کہ پھر غزوۂ بنی نضیر پیش آیا اور بنو نضیر یہود کی ایک جماعت کا نام ہے۔ یہ غزوہ، واقعۂ بدر کے بعد چھٹے مہینے کے شروع میں پیش آیا ... الخ

علامہ بدرالدین عینی (ف ۸۵۵ھ) نے "عمدۃ القاری" میں بخاری کی اس تعلیق کے سلسلے میں حاکم (ف ۴۰۵ھ) کا بھی حوالہ دیا ہے۔ لکھتے ہیں:

وھذا التعلیق وصلہ الحاکم عن ابی عبد اللہ الاصبھانی، حدثنا حسین بن الجھم، حدثنا موسی بن المساور، حدثنا عبد اللہ بن معاذ، عن معمر، عن الزھری بہ[3]	حاکم نے اس تعلیق کو موصولاً نقل کیا ہے، وہ اسے ابو عبداللہ اصفہانی سے روایت کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ ہم سے حسین بن جہم نے بیان کیا، وہ کہتے ہیں کہ ہم سے موسیٰ بن المساور نے بیان کیا، وہ کہتے ہیں کہ ہم سے عبداللہ

---

[1] ابن حجر العسقلانی، فتح الباری، ۸/۳۳۲۔

[2] عبدالرزاق بن ہمام، المصنف، ۵/۳۵۷۔

[3] علامہ بدرالدین عینی، عمدۃ القاری، احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۷/۱۲۶

بن معاذ سے بیان کیا، انھوں نے معمر سے
روایت کیا، اور انھوں نے زہری سے۔

حافظ ابن کثیر (ف ۷۷۴ھ) نے "البدایہ والنہایہ" میں بخاری کی اس تعلیق کے سلسلے میں ابن ابی حاتم (ف ۳۲۷ھ) کا بھی حوالہ دیا ہے، لکھتے ہیں:

وقد أسنده ابن أبي حاتم في تفسيره عن أبيه، عن عبد الله بن صالح، عن الليث، عن عقيل، عن الزهري به[۱]	ابن ابی حاتم نے اپنی تفسیر میں اس تعلیق کو مسنداً اس طرح نقل کیا ہے کہ وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں اور وہ عبداللہ بن صالح سے، اور وہ لیث سے، اور وہ عقیل سے اور وہ زہری سے۔

جلال الدین سیوطی (ف ۹۱۱ھ) کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ بخاری کی اس تعلیق کی تخریج عبدالرزاق اور ابن ابی حاتم کی طرح عبد بن حمید (ف ۲۴۹ھ) اور بیہقی (ف ۴۵۸ھ) نے حضرت عروہ بن الزبیر سے مرسلاً کی ہے:

أخرجه عبد الرزاق، وعبد بن حميد، وابن أبي حاتم، والبيهقي عن عروة مرسلا[۲]	اس روایت کی تخریج عبدالرزاق، عبد بن حمید، ابن ابی حاتم اور بیہقی نے حضرت عروہ سے مرسلاً کی ہے۔

اس کے علاوہ وہ یہ بھی بتاتے ہیں کہ حاکم، ابن مردویہ (ف ۴۱۰ھ) اور بیہقی نے اس روایت کی تخریج حضرت عائشہؓ سے مسنداً بھی کی ہے۔ لکھتے ہیں:

أخرجه الحاكم، وصححه، وابن مردويه	حاکم، ابن مردویہ اور بیہقی نے 'دلائل النبوۃ'

۱؎ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ۳/۴۷

۲؎ جلال الدین السیوطی، الدر المنثور، دار المعرفۃ، بیروت، سنہ ندارد، ۶/۱۸۷

والبیہقی فی الدلائل عن عائشۃ قالت کانت غزوۃ بنی النضیر وھم طائفۃ من الیھود، علی رأس ستۃ أشھر من وقعۃ بدر[1]

میں حضرت عائشہ سے روایت کیا ہے اور حاکم نے اس کی تصحیح کی ہے کہ بنو نضیر جو یہود کی ایک جماعت ہے، اُن سے غزوے کا واقعہ غزوۂ بدر کے بعد، چھٹے مہینے کے شروع میں پیش آیا۔

حاکم کے یہاں یہ روایت کتاب التفسیر میں سورۃ الحشر کے ذیل میں اس طور پر منقول ہے:

أخبرنی ابو عبد اللہ محمد بن علی الصغانی بمکۃ ثنا علی بن المبارک الصغانی ثنا زید بن المبارک الصغانی، ثنا محمد بن ثور، عن معمر، عن الزھری عن عروۃ، عن عائشۃ رضی اللہ عنھا قالت کانت غزوۃ بنی النضیر، وھم طائفۃ من الیھود علی رأس ستۃ أشھر من وقعۃ بدر[2]

مجھے ابو عبد اللہ الصغانی نے مکۃ المکرمہ میں بتایا کہ ہم سے علی بن مبارک صغانی نے بیان کیا کہ ہم سے زید بن مبارک صغانی نے بیان کیا، کہ ہم سے محمد بن ثور نے بیان کیا، کہ وہ عروہ سے، اور وہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے فرمایا کہ بنو نضیر، جو یہود کی ایک جماعت ہے، ان کے ساتھ غزوۂ بدر کے بعد، چھٹے مہینے کے شروع میں، جنگ پیش آئی۔

---

[1] جلال الدین السیوطی، الدر المنثور، دار المعرفۃ، بیروت، سنہ ندارد ۸/۱۸۷

[2] ابو عبد اللہ الحاکم، المستدرک علی الصحیحین، دائرۃ المعارف حیدر آباد، ۱۳۴۰ھ، ۲/۴۸۳۔

حاکم نے اس روایت کو بخاری و مسلم کی شرط کے مطابق صحیح قرار دیا ہے اور حافظ ذہبی (ف ۷۴۸ھ) نے "تلخیص المستدرک" میں اس پر کوئی کلام بھی نہیں فرمایا ہے، لیکن بیہقی کے نزدیک یہ روایت "مرسلاً" ہی محفوظ ہے۔ "قال البیہقی وھو المحفوظ عندنا"[1]

ان تفصیلات کا ماحصل یہ ہے کہ امام زہری (ف ۱۲۴ھ) کی روایت جس میں وہ غزوۂ بنی نضیر کو غزوۂ بدر کے چھ ماہ کا واقعہ قرار دیتے ہیں، اگرچہ مرسلاً اور مسنداً دونوں طرح سے مروی ہے، لیکن صحیح یہ ہے کہ وہ مرسل ہے۔ اسی طرح یہ بات بھی معلوم ہو گئی کہ اگرچہ ان کی تخریج عبدالرزاق (ف ۲۱۱ھ) عبد بن حمید (ف ۲۴۹) ابن ابی حاتم (ف ۳۲۷ھ) حاکم (ف ۴۰۵ھ) ابن مردویہ (ف ۴۱۰ھ) اور بیہقی (ف ۴۵۸ھ) وغیرہ متعدد محدثین نے کی ہے اور سند کے لحاظ سے اس کی صحت میں کوئی شبہ بھی نہیں، لیکن چونکہ تمام سندوں کا مدار امام زہری پر ہے، لہٰذا کہا جائے گا کہ اصلاً یہ ایک ہی روایت ہے۔

اب وہ روایتیں ملاحظہ ہوں، جن میں غزوۂ بنی نضیر کو غزوہ احد کے بعد کا یعنی ۴ھ کا واقعہ قرار دیا گیا ہے۔

(۱) ابو عوانہ[2] (ف ۱۷۵ھ یا ۱۷۶ھ) "مسند أبی عوانہ" میں لکھتے ہیں:

حدثنا محمد[3] بن عبد الحکم القطری بالرملۃ	ہم سے محمد بن حکم القطری نے مقام "رملہ" میں
فثنا ابراھیم[4] بن المنذر الحزامی، قال	بیان کیا، کہ ہم سے ابراہیم بن المنذر الحزامی

---

[1] السیوطی، الدر المنثور، ۶/۱۸۷

[2] (ابو عوانۃ وضاح بن عبداللہ الیشکری) "ثقۃ، ثبت" التقریب ص ۲۳۰۔

[3] (محمد بن عبدالحکم القطری) لم أعثر علی ترجمتہ۔

[4] (ابراھیم بن المنذر الحزامی) "قال عثمان الدارمی: رأیت ابن معین کتب عن ابراھیم المنذر أحادیث ابن وھب، ظننتہ المغازی" التہذیب لابن حجر ۱/۱۶۶

حدثنی محمد[1] بن فلیح بن سلیمان عن موسیٰ[2] بن عقبة ذکر مغازی رسول الله صلی الله علیه وسلم التی قاتل فیها بنفسه، فلما قضی فعله من المشرکین یوم بدر ورجع رسول الله صلی الله علیه وسلم إلی المدینة غزا بنی سلیم بالکدرة، ثم غزا غطفان بنخل، ثم غزا قریشا وبنی سلیم بنجران، ثم رجع ولم یلق أحدا، ثم غزا یوم أحد، ثم طلب العدو حتی بلغ حمراء الأسد، ثم غزا قریشا لموعدهم فاخلفوه، ثم غزا بنی النضیر الغزوة اجلاهم منها إلی خیبر...[3] الخ

نے بیان کیا، کہ مجھ سے محمد بن فلیح بن سلیمان نے موسیٰ بن عقبہ کے واسطے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ان جنگی مہموں کا ذکر کیا، جن میں آپؐ نے بہ نفسِ نفیس شرکت فرمائی، کہ جب آپؐ نے بدر کے دن مشرکین کے ساتھ اپنا کارنامہ انجام دے لیا اور مدینہ واپس تشریف لائے تو "کُدرہ" بنوسلیم کے ساتھ غزوہ فرمایا۔ پھر "نخل" میں غطفان کے ساتھ غزوہ فرمایا۔ پھر نجران میں قریش اور بنوسلیم کے ساتھ غزوہ فرمایا۔ پھر کسی دشمن سے سامنا ہوئے بغیر واپس آگئے۔ پھر اُحد کے دن غزوہ فرمایا۔ پھر دشمن کی تلاش میں حمراء الاسد تک تشریف لے گئے۔ پھر وعدے کے مطابق قریش سے غزوے کے لئے گئے، لیکن وہ نہیں آئے۔ پھر آپ نے بنونضیر سے غزوہ فرمایا، جس میں بالآخر آپؐ نے انھیں خیبر کی طرف جلا وطن کر دیا... الخ

---

[1] (محمد بن فلیح بن سلیمان) "صدوق" التقریب ص ۱۴۳۔

[2] (موسیٰ بن عقبہ) "ثقہ، فقیہ، امام فی المغازی" التقریب ص ۲۸۷

[3] ابوعوانہ، مسند ابی عوانہ، دائرۃ المعارف، حیدرآباد، ۱۳۸۵ھ/۱۹۶۶ء ۳۹۰/۴ - ۳۹۱ -

یہی روایت ابو عبداللہ الحاکم (ف ۴۰۵ھ) نے "معرفۃ علوم الحدیث" میں اس طرح نقل کی ہے:

فأخبرنا اسماعیل[1] بن محمد بن الفضل بن محمد الشعرانی، قال حدثنی جدی[2] قال حدثنا ابراہیم بن المنذر، قال حدثنا محمد بن فلیح، عن موسی بن عقبة قال قال ابن شہاب: غزا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بدرا، والکدر ماء لبنی سلیم، ثم غزا غطفان بنخل، ثم غزا قریشا وبنی سلیم بنجران، ثم غزا یوم أحد، ثم طلب العدو بحمراء الاسد، ثم غزا قریشا لموعدھم فأخلفوہ، ثم غزا بنی النضیر...[3] الخ

ہمیں اسماعیل بن محمد بن فضل بن محمد شعرانی نے خبر دی، کہ ہم سے ہمارے دادا نے بیان کیا، کہ ہم سے ابراہیم بن منذر نے بیان کیا، کہ ہم سے محمد فلیح نے، موسیٰ بن عقبہ کے واسطے سے بیان کیا، کہ ابن شہاب زہری نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر میں جنگ فرمائی اور کُدر میں جو بنو سلیم کا ایک چشمہ ہے، پھر نخل میں غطفان سے جنگ فرمائی۔ پھر نجران میں قریش اور بنو سلیم سے۔ پھر اُحُد کے دن۔ پھر دشمن کی تلاش میں حمراء الاسد تک تشریف لے گئے۔ پھر قریش سے وعدے کے مطابق، جنگ کے لئے تشریف لے گئے، لیکن وہ آئے نہیں۔ پھر بنو نضیر سے جنگ فرمائی... الخ

---

[1] (اسماعیل بن محمد) "قال الحاکم: ارتبت فی لقیہ بعض الشیوخ" لسان المیزان لابن حجر ۴۲۲/۱

[2] (الفضل بن محمد) "قال الحاکم: کان ادیبا، فقیہا، عابدا، عارفا بالرجال.... وہو ثقۃ، لم یطعن فیہ بحجۃ" اللسان ۴۴۸/۴۔

[3] ابو عبد الحاکم، معرفۃ علوم الحدیث، دائرۃ المعارف، حیدر آباد، ۱۹۶۶ء ص ۲۹۵۔

(۲) ابن اسحاق (ف ۱۵۱ھ) کی روایت "سیرت ابن ہشام" میں اس طور پر منقول ہے:

قال حدثنا ابو محمد عبد الملك بن هشام، قال حدثنا زیاد بن عبد الله البكائی عن محمد اسحاق المطلبی وكان جمیع ما غزا رسول الله صلی الله علیه وسلم بنفسه سبعًا وعشرین غزوة، منها غزوة ودان، وهی غزوة الابواء، ثم غزوة بواط، من ناحیة رضوی، ثم غزوة العشیرة، من بطن ینبع، ثم غزوة بدر الأولی، یطلب كرز بن جابر، ثم غزوة بدر الكبری اللتی قتل الله فیها صنادید قریش، ثم غزوة بنی سلیم حتی بلغ الكدر، ثم غزوة السویق یطلب أبا سفیان بن حرب، ثم غزوة غطفان، وهی غزوة ذی أمر، ثم غزوة نجران، معدن بالحجاز، ثم غزوة أحد،

ہم سے ابو محمد عبد الملک بن ہشام نے بیان کیا، کہ ہم سے زیاد بن عبد اللہ البکائی نے بیان کیا کہ محمد بن اسحاق المطلبی سے روایت ہے کہ وہ تمام غزوات جن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بذات خود شرکت فرمائی، ستائیس[1] غزوات ہیں۔ ان میں سے ایک غزوۂ ودّان ہے جسے غزوۂ ابوار بھی کہتے ہیں۔ پھر غزوۂ بواط ہے جو رضوی پہاڑ کی جانب ایک جگہ کا نام ہے۔ پھر غزوۂ عشیرہ ہے جو ینبع کے بطن میں واقع ہے۔ پھر غزوۂ بدر اُولیٰ ہے، جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کرز بن جابر کا تعاقب کیا، پھر غزوہ بدر کبریٰ ہے، جس میں آپؐ نے قریش کے بڑے بڑے سرداروں کو قتل فرمایا۔ پھر غزوۂ بنی سُلیم ہے جس میں آپؐ کدر تک پہونچے۔ پھر غزوۂ سویق ہے، جس میں آپؐ نے ابو سفیان بن حرب

---

[1] (زیاد بن عبد اللہ البکائی) "قال ابن معین: لا بأس بہ فی المغازی، وأمّا فی غیرہا فلا"
میزان الاعتدال للذہبی ۲/۹۱

ثم غزوة حمراء الأسد، ثم غزوة بنی النضیر[۱]۔ الخ

کا تعاقب فرمایا۔ پھر غزوۂ غطفان ہے، جسے غزوۂ ذی امر بھی کہتے ہیں۔ پھر غزوۂ نجران ہے، جو حجاز میں ایک معدن کا نام ہے، پھر غزوۂ اُحد ہے۔ پھر غزوۂ حمراء الاسد ہے۔ پھر غزوۂ بنی نضیر ہے۔

(۳) ابن جریر طبری (ف ۳۱۰ ھ) اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں:

حدثنا بشر[۲]، قال ثنا یزید[۳]، قال ثنا سعید[۴]، عن قتادة[۵]: هو الذی اخرج الذین کفروا من اهل الکتاب من دیارهم لأول الحشر" قیل: الشام، وهم بنو النضیر حی من الیهود، فأجلاهم نبی الله صلی الله علیه وسلم من المدینة إلی خیبر، مرجعه من أحد[۶]۔

ہم سے بشر نے بیان کیا، کہ ہم سے یزید نے بیان کیا کہ ہم سے سعید بیان کیا، کہ قتادہ سے مروی ہے کہ آیت کریمہ "هو الذی اخرج الذین کفروا الخ" میں (اول الحشر) سے مراد شام کو بتایا گیا ہے۔ (اہل کتاب) سے مراد بنو نضیر ہیں جو یہود کا ایک قبیلہ ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کو

---

[۱] عبدالملک بن ہشام، السیرة النبویة، ۲/۶۰۸۔

[۲] (بشر بن معاذ العقدی) "صدوق" التقریب ص ۴۳۔

[۳] (یزید بن زریع) "ثقة، ثبت" التقریب ص ۳۲۹۔

[۴] (سعید بن أبی عروبة) "ثقة، حافظ، له تصانیف، لکنه کثیر التدلیس، واختلط، وکان من اثبت الناس فی قتادة" التقریب ص ۷۰-۷۱

[۵] (قتادة بن دعامة السدوسی) "ثقة، ثبت" التقریب ص ۱۷۷۔

[۶] (ابن جریر الطبری) جامع البیان، (سورة الحشر) ۲۸/۱۸

مدینے سے خیبر کی جانب جلا وطن کر دیا یہ
غزوۂ احد سے واپسی کے بعد کا واقعہ ہے۔

(۴) واقدی (ف ۲۰۷ھ) نے بھی کتاب المغازی کے آغاز میں غزوات کی تعداد اور ان کی ترتیب سے اجمالاً بحث کرتے ہوئے اپنے متعدد شیوخ کے حوالے سے غزوۂ بنی نضیر کو غزوۂ اُحُد کے بعد ہی رکھا ہے اور اس کا سنہ وقوع بھی ۴ھ کو قرار دیا ہے۔ تطویل سے احتراز کی خاطر ہم اُن کی طویل روایت کا محض ایک ٹکڑا نقل کرنے پر اکتفا کرتے ہیں۔ لکھتے ہیں:

.... ثم غزا النبی صلی اللہ علیہ وسلم أحد فی شوال علی رأس اثنین وثلاثین شهرا.... ثم بئر معونة امیرها المنذر بن عمرو فی صفر علی رأس ستة وثلاثین شهرا،.... ثم غزا النبی صلی اللہ علیہ وسلم بنی النضیر فی ربیع الأول علی رأس سبعة و ثلاثین شهرا۔[1]	... پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ اُحُد فرمائی۔ ماہ شوال میں، ہجرت کے بعد ہجرت کے ۳۲ ویں مہینے کے شروع میں ... پھر بئر معونہ کا واقعہ پیش آیا۔ اس کے امیر منذر بن عمرو تھے۔ ماہ صفر میں، ہجرت کے بعد ۳۶ ویں مہینے میں... پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی نضیر سے جنگ کی۔ ماہ ربیع الاول میں، ہجرت کے بعد ۳۷ ویں مہینے کے شروع میں۔

اس کے ساتھ ساتھ ابن اسحاق (ف ۱۵۱ھ)، واقدی (ف ۲۰۷ھ)، موسیٰ بن عقبہ (ف ۱۴۱ھ)، عاصم بن عمر بن قتادہ (ف بعد ۱۲۰ھ)، عبداللہ بن ابی بکر بن عمرو بن حزم (ف ۱۳۵ھ) اور عروۃ بن الزبیر (ف ۹۴ھ) کی وہ روایتیں، جن میں قبیلۂ بنی عامر کے

---

[1] واقدی، کتاب المغازی، ۳۰۴/۱

تولیت کے دیت کے سلسلے میں بنونضیر کی بستی کی طرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری
رپھر سازش قتل کو اس غزوے کا سبب بتایا گیا ہے اور جن کی تفصیلات پچھلے صفحات
گزر چکی ہیں، ان سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ اس غزوے کا زمانۂ وقوع غزوۂ اُحد کے
بعد ۴ھ ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ تمام روایات بھی امام زہری کی اس روایت سے متعارض
، جس میں اسے غزوۂ بدر کے چھ ماہ بعد ۳ھ کا واقعہ بتایا گیا ہے۔ محدثین و
باب سیر نے اس سلسلے میں عام طور پر ابن اسحاق وغیرہ کی روایت کو راجح اور امام
ہری کی روایت کو مرجوح قرار دیا ہے۔

حافظ ابن قیم (ف ۷۵۱ھ) تحریر فرماتے ہیں:

عم محمد بن شہاب الزھری أن غزوة بنی النضیر کانت بعد بدر بستة أشھر، وھذا وھم أو غلط علیہ، والذی لا شك فیہ أنھا کانت بعد أحد، والتی کانت بعد بدر بستة أشھر ھی غزوة بنی قینقاع، وکان لہ مع الیھود أربع غزوات: غزوة بنی قینقاع بعد بدر، والثانیة بنی النضیر بعد أحد، والثالثة قریظة بعد الخندق، والرابعة خیبر بعد الحدیبیة[۵]	محمد بن شہاب زہری نے کہا ہے کہ غزوۂ بنی نضیر، غزوۂ بدر کے چھ ماہ بعد پیش آیا۔ اس قول میں یا تو انھیں وہم ہوا یا ان کی جانب اس کا انتساب غلط ہے۔ صحیح اور درست بات یہ ہے کہ غزوۂ بنی نضیر غزوۂ اُحُد کے بعد پیش آیا۔ غزوۂ بدر کے چھ ماہ بعد جو غزوہ ہوا وہ غزوۂ بنی قینقاع ہے... یہود کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چار غزوات ہوئے؛ اول غزوۂ بنی قینقاع، بدر کے بعد۔ دوم غزوۂ بنی نضیر، اُحُد کے بعد۔ سوم غزوۂ قریظہ،

۵ ابن قیم، زاد المعاد، ۳/۲۴۹

خندق کے بعد، چہارم غزوۂ بنو نضیر حدیبیہ کے بعد۔

حافظ ابن کثیر (ف ۷۷۴ھ) لکھتے ہیں:

ذکر البیہقی و البخاری قبلہ، وقصۃ بنی النضیر قبل وقعۃ أحد، والصواب ایرادھا بعد ذلك، کما ذکر ذلك محمد بن اسحاق وغیرہ من ائمۃ المغازی[۱]

بیہقی نے اور ان سے پہلے امام بخاری نے غزوۂ بنی نضیر کا ذکر غزوۂ اُحد سے پہلے کیا ہے حالانکہ درست یہ ہے کہ اسے غزوۂ اُحد کے بعد لایا جائے، جیسا کہ محمد بن اسحاق اور دوسرے اہلِ مغازی نے کیا ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی (ف ۸۵۲ھ) تحریر فرماتے ہیں:

واذا ثبت أن سبب إجلا بنی النضیر ما ذکر من ھمھم بالغدر بہ صلی اللہ علیہ وسلم، وھو إنما وقع عندما جاء إلیھم لیستعین بھم فی دیۃ قتیلی عمرو بن أمیۃ، تعین ما قال ابن اسحاق، لأن بئر معونۃ کانت بعد احد بالاتفاق وأغرب السھیلی فرجح ما قال الزھری[۲]۔

اور جب ثابت ہو گیا کہ بنو نضیر کی جلاوطنی سبب مذکور کی بنا پر عمل میں آئی، یعنی اس بنا پر کہ ان لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بد عہدی کا ارادہ کیا اور اس کا ظہور اس وقت ہوا جب کہ آپؐ ان کے یہاں ان دو آدمیوں کی دیت کے سلسلے میں تشریف لے گئے، جو حضرت عمرو بن امیہؓ کے ہاتھوں قتل ہو گئے تھے، تو (اس غزوہ کے زمانے کے سلسلے میں) ابن اسحاق نے جو کچھ کہا ہے، وہ بھی متعین ہو گیا۔ اس لیے کہ بئر معونہ کا واقعہ غزوۂ احد کے بعد پیش آیا تھا۔ سہیلی نے عجیب بات کی کہ اس سلسلے میں زہری کے قول کو راجح قرار دیا۔

(باقی)